تاریخ کی بازیافت اور نئی معنویت بحوالہ عبدالحلیم شرر

علی اصغر شاہ

Ali Asghar Shah

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Federal Urdu University, Islamabad.

سید حسنین محسن

Syed Husnain Mohsin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Novel is aspect of literature which covers all views of life. Also, it covers historical events and novels with this quality are more famous. Due to the reason, writers of English, Hindi and Urdu novels, focused on historical events. Abdul Haleem Sharar also focused on historical aspects in his novel and he wrote historical novel for the first time. After then, many novelists followed the specific line. Abdul Haleem Sharar also elaborated cultural and social life.

دراصل تاریخ کو پیش کرتے وقت مورخ کے لاشعور میں حال کی تمام صورتیں موجود ہوتی ہیں اور وہ انہی کی تشکیل و تنظیم کے لیے ماضی کی طرف جھانکتا ہے۔ تاریخ کتنی ہی قدیم کیوں نہ ہو موجودہ حالات و واقعات اور ضروریات سے اس کا رشتہ خود ہی جڑتا رہتا ہے اور اسی کی روشنی میں ماضی کے تمام واقعات پرکھے اور جانچے جاتے ہیں۔ ماضی میں تو بے شمار واقعات رونما ہوتے ہیں۔ یہ تمام واقعات تاریخ کا حصہ نہیں بنتے۔ مورخ صرف انہی واقعات کا مطالعہ کرتا ہے جو اپنے آپ میں انفرادیت اور مخصوص چمک رکھتے ہیں۔

ناول دراصل سماج کے ایک مخصوص ماحول کی پیداوار ہے۔ جہاں جہاں بھی یہ صنف وجود میں آئی۔ اس وقت وہاں کی زندگی کو متبدل زاویہ سے دیکھا جانے لگا تھا۔ یورب میں بھی ناول اس وقت وجود میں آیا۔ جب وہاں ذہنی بیداری کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہندوستان کے بارے میں بھی یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد یہاں کے ماحول کے وہ مخصوص حالات تھے۔ جس نے یہاں کے ادیبوں کو ناول لکھنے پر راغب کیا۔ جب کسی قوم نے زندگی کو سمجھنے اور اس کو صحیح طور پر برتنے کی کوشش کی، ایسے موقع پر ناول ہی ایک صنف تھی جو اپنے آپ میں زندگی کے تمام رموز کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس نے تاریخ کو بھی اپنے

دامن میں سمیٹا اور اتنی خوب صورتی و فن کارانہ ڈھنگ سے کہ ماضی کے وہ کارنامے جو ایک گوشہ میں پڑے قدامت اور فرسودگی کا شکار ہو رہے تھے۔ ناول کے ذریعے ان میں ایک نئی روح اور زندگی آئی۔ ان کی عظمت و رفعت کا احساس جاگا۔

فکشن اور تاریخ ایک دوسرے کے اتنے قریب ہیں کہ دونوں کا ایک دوسرے سے ضم ہو جانا فطری ہے۔ کہانی انسانی زندگی کا آئینہ ہوتی ہیاور تاریخ اس زمین پر انسانی زندگی کے ماضی کی کہانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کہانی کی نئی شکل جو اس دور میں ناول کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ابتدا ہی سے تاریخ کا استعمال شروع ہو گیا۔ ناول کی تاریخ اس بات کا ثبوت ہے کسی بھی ادیب پر ہم نظر ڈالیں تو صنف ناول کی مقبولیت انہیں ناول کے ذریعے ہوئی جو تاریخ کو موضوع بنا کر لکھے گئے ہیں۔

ملک و قوم کا جذبہ اکثر و بیشتر ناول نگاری کی طرف لے جاتا ہے، بلکہ اگر کہا جائے کہ جذبہ ہی سب سے اہم ہے تو غلط نہ ہو گا۔ انگریزی، ہندی اور اردو کے تمام ناول نگار اس جذبہ کے تحت تاریخی ناول کی طرف مڑے۔ اردو میں عبدالحلیم شرر کے ساتھ صرف یہی وجہ تھی۔ قوم کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنا ہی ان تاریخی ناول نگاروں کا اصل مقصد تھا اور یہی ان کی تاریخی ناول نگاری کا اصل باعث تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ ناول مغربی ادب کی دین ہے لیکن اردو ادب میں اس کی آمد ایسے موقع پر ہوئی جب ہر اعتبار سے اس کے لیے حالات پورے طور پر سازگار تھے۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء کے سماجی انتشار، اقتصادی کھلبلی، اخلاقی شکست و ریخت اور تخریب کاری نے تمام قدیم سرمایہ کو برباد کر کے رکھ دیا۔ لیکن ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس زبردست تخریب کے پس پردہ بعض بڑے قیمتی اور تعمیری پہلو گردش کر رہے تھے۔ غدر کی اس ہنگامہ خیز تبدیلیوں نے ادب پر براہ راست اثر ڈالا۔ تاریخی ناول کی آمد ہوئی۔

عبدالحلیم شرر کی شخصیت ہمہ رنگ اور بے حد متنوع تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے دھارے کو مختلف سمتوں میں چھوڑ رکھا تھا۔ شرر کے سامنے نذیر احمد اور سرشار کے اصلاحی اور معاشرتی ناول کے نمونے تھے۔ کچھ انہی کے اثرات قبول کرتے ہوئے شرر نے اپنی ناول نگاری کی ابتدا کی۔ اگرچہ یہ ناول کامیاب ہوئے لیکن اس دور کے تقاضے اور ادب میں تاریخی ناول کی مقبولیت اور ابتدا سے تاریخ کی طرف جھکتے ہوئے ذہن نے انہیں اصل میدان کی طرف لڑنے پر مجبور کیا۔ شرر کے تاریخی ناولوں کی تعداد چوبیس ہے جن میں چار ناول " ملک العزیز ورجنا، فردوس بریں، فتح اندلس، اور زوال بغداد " تاریخی حوالے سے ہمارا موضوع ہیں۔

اردو میں صنف ناول کا باضابطہ تعارف شرر کے ناولوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اگرچہ ان سے قبل نذیر احمد اور رتن ناتھ سرشار ناول لکھ چکے تھے۔ لیکن ناول میں جتنی مقبولیت شرر نے حاصل کی اس سے قبل کسی کو نہیں ملی۔ شرر نے پہلی بار تاریخ کو ''ملک العزیز ورجنا'' (۱۸۸۸ء) کی ناول کی شکل میں پیش کیا، جو بے حد مقبول ہوا اور وہ مقصد جو اس وقت کے تمام ادیبوں اور شاعروں پر غالب تھا۔ شرر پہلے ادیب ہیں جن کے ذریعہ ناول پایہ تکمیل تک پہنچا۔

''ملک العزیز ورجنا'' (۱۸۸۸ء) ناول شرر کا پہلا تاریخی ناول ہے۔ یہ ناول شرر نے اسکاٹ کے مشہور ناول ''طلسمان'' کے جواب میں لکھا۔ وہ خود لکھتے ہیں:

> ''مجھے یہ بھی بتا دینے کی ضرورت ہے کہ انگریزی میں ترقی کے سلسلے میں، میں نے والٹر اسکاٹ کا ناول ''طلسمان'' پڑھا جو تیسری صلیبی لڑائی کو پیش نظر رکھ کے تصنیف کیا گیا تھا اور

اس میں مسلمانوں کی اہانت دیکھ کر مجھے ایسا جوش آیا کہ اسی عنوان پر ایک ناول میں بھی لکھوں۔ چنانچہ یہی جوش نکالنے کے لیے میں نے ناول ''ملک العزیز ورجنا'' شائع کر دیا۔ جو ''دلگداز'' کا پہلا ناول ہے۔''(۱)

عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان متعدد جھڑپیں جاری رہتی تھیں۔ دراصل یہ لڑائی کروسیڈ کی لڑائیوں میں سے ایک ہے۔ کروسیڈ یورپ کی وہ لڑائیاں ہیں جو پانچویں صدی ہجری سے چھٹی ہجری تک بیت المقدس کے لیے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوتی رہیں۔ مسلمان ان کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک بار یورب نے ملک شام پر حملے کیے اور اس درمیان تیسرے حملے کے ذریعے اس ناول کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس میں بادشاہ انگلینڈ صلاح الدین ایوبی کے بڑے بیٹے عزیز اور شاہ انگلینڈ کی بھانجی ورجنا کے میل اور محبت کی وجہ سے یہ ناول تاریخی کے ساتھ ساتھ رومانی بھی ہو گیا۔

اس ناول میں شرر مسلمانوں کو جوش دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں پوری طرح کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ مشہور تاریخی واقعہ کو لے کر لکھا گیا یہ ناول ہر طرح کی دلچسپی فراہم کرتا ہے۔ عزیز کا عشق اور اس کی بہادری، ورجنا کا حسن اور اس کا اسلام قبول کر لینا اور چھوٹے چھوٹے واقعات قاری کا ذہن ایک لمحہ کے لیے ناول سے الگ نہیں ہونے دیتے۔

یہ ناول خواہ جواب میں تحریر کیا گیا ہے لیکن اس وقت لکھا گیا جب ناول کی شکل پورے طور پر واضح نہ تھی اور نہ تاریخی ناول کا کوئی ڈھانچہ اردو زبان میں موجود تھا۔ اردو کا پہلا تاریخی ناول، اردو کے ابتدائی ناولوں میں سے ایک ہے۔ جس نے خوبصورت انداز سے ناول کے سفر کو آگے بڑھا کر تاریخی ناول کے سفر کی ابتدا کی۔

''فردوس بریں'' ناول کے قصے کا تعلق فرقہ باطنیہ سے ہے۔ یہ وہ فرقہ ہے جو پانچویں صدی میں دنیائے اسلام میں نوجوانوں کو ورغلانے اور بڑے بڑے مذہبی کرداروں کو تہس نہس کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ جس نے اپنے بہاؤ میں بہت سی بڑی اور تاریخی شخصیات کو بھی بہا دیا۔

پانچویں صدی ہجری میں ملک فارس میں امام موئق الدین اپنے علم کے ذریعے دور دراز تک شہرت رکھتے تھے۔ ان کے تین شاگردوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ ایک کا نام حسن بن صباح تھا اور ایک کا نام عمر خیام تھا۔ ایک شاگرد آگے چل کے نظام الملک طوسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حسن بن صباح ایک الگ ذہن کا مالک تھا۔ اس کا تعلق مذہب اسماعیلیہ سے ہو گیا۔ پھر اس کی رسائی قلعہ التمونت تک ہوئی اور وہیں قیام کیا۔ حسن پیر بن کر اس قلعہ میں مذہب اسماعیلیہ کی تبلیغ کرنے لگا۔ اس نے اپنے اعتبار سے مذہب اسماعیلیہ میں متعدد تبدیلیاں کیں اور ایک نئے مذہب کو جنم دینے لگا۔ اس قلعہ میں اس نے ایک مصنوعی جنت بنائی اور خود اس فرقہ کا خدا بن گیا۔ جنت کے متعلق شرر لکھتے ہیں:

"معتقدوں کے دل میں سچائی کا قطعی یقین ہو جائے۔ اس کے لیے حسن نے ایک بالکل نئی اور اچھوتی تدبیر نکالی تھی۔ جس کی طرف کبھی کسی شخص کا بالکل خیال بھی نہ گیا ہو گا اور شاید آج تک کوئی شخص اس واقعے کو پڑھ کے بے تعجب کیے نہ رہا ہو گا۔ التمونت کے گرد کے سرسبز و شاداب کوہسار میں ایک جنت بنائی۔''(۲)

حسن بن صباح نے جنت بنانے کے بعد اپنے مریدوں کو تین گروپوں میں بانٹ دیا۔ داعی، رفیق اور فدائی۔ جس میں سب سے زیادہ خطرناک گروپ فدائیوں کا تھا۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے ہاتھوں خطرناک کام کی تکمیل ہوتی تھی۔ حسن جس

طرف اشارہ کر دیتا اس گروپ کے لوگ مختلف وضعوں لباسوں میں جاتے اور اس کا کام تمام کر دیتے۔ یہ پورا گروپ اپنے کارنامے اس قدر خفیہ سرانجام دیتا تھا۔ یہ لوگ باطنین کہلاتے تھے اور یہ فرقہ باطنیہ کہلانے لگا۔

شرر نے ''فردوس بریں'' کے لیے اس کا زمانہ جو منتخب کیا وہ اس فرقہ کا سب سے آخری دور تھا۔ جب ۱۲۵۴ء میں شاہ التمونت علاء الدین محمد قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا رکن الدین خور شاہ تخت نشین ہوا۔ اب اس فرقہ میں پہلے والی بات نہ رہی اور کمزور ہوتا گیا۔ بالآخر ہلاکو خان کی قیادت میں تاتاریوں نے اس قلعہ پر لشکر کشی کی اور اس فرقے کو اور اس کی مصنوعی جنت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

شرر کے سامنے یہ فرقہ باطنیہ اور ان کے تاریخی کارنامے تھے۔ حسن بن صباح جیسی شخصیت، اس کا گروہ، اس کے عقائد اور اس کے ماننے والے لوگ، مصنوعی جنت اور بزرگ علما کا قتل کروانا۔ یہ سب ایسے واقعات تھے جو ناول کے پلاٹ کے لیے بے حد مناسب تھے۔ زمرد اور حُسین دو خیالی کردار پیدا کیا اور ایک کہانی بنائی۔ شرر نے فرقہ باطنیہ کی ایک تاریخی حقیقت کو سب کے سامنے افشا کر کے رکھ دیا۔ تاریخ کے ایک خاص گروہ پر مبنی یہ ناول ہے۔ اس ناول کا تعلق حقیقت سے بھی ہے لیکن شرر نے اس ناول کو کہانی کے روپ میں ڈھالا ہے۔ ہر سنجیدہ اہل نظر نے "فردوس بریں" کو ہی ان کا سب سے کامیاب ناول تسلیم کیا ہے۔

''زوال بغداد'' شرر کا یہ ناول ۶۵۴ھ کے بغداد کے اس حسین شہر سے شروع ہوتا ہے جس کی دلفریبی، عیاشی اور خوبصورتی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ خوبصورت عمارتیں، سڑکیں اور اس پر بہتا ہوا دجلہ جو خوبصورتی میں بہت اضافہ کر رہا تھا۔ اس شہر کی عمارتوں اور بغداد کے تعارف میں شرر یوں رقم طراز ہیں:

> ''مغربی پہلو جو کرخ یا غربی بغداد کہلاتا ہے۔ اس میں جامع منصور کا بلند مینار انگشت شہادت اٹھائے ہوئے زبان خاموشی سے توحید کا نعرہ بلند کر رہا ہے۔ امام احمد حنبل کے مزار کا گنبد اپنے سنہرے عکس سے تعلیمات نبوی کی روشنی چمکا رہا ہے۔ اس کے قریب ہی ایوان خلافت کی پرانی عمارتیں نمودار ہیں اور انہی میں سیجبۃ الخضر انمر و دتمکنت سے سر نکالے ہوئے اپنی چوٹی آسمان میں پیوست کیے دیتا ہے۔ انہی میں ملی ہوئی کرخ کی وہ عالی شان مسجد نظر آرہی ہے جس سے محبت اہل بیت کے جذبات نمایاں ہیں اور جس میں علامہ رضی اور سید مرتضیٰ علم و الہدیٰ اور علم و فضل کے دریا بہا چکے تھے۔ اس کے مقابل مشرقی پہلو جو رصانہ کہلاتا ہے۔ زبیدہ خاتون کا عالی شان قصر اپنی ملکہ کی یاد میں حسرت ناک صورت بنائے۔ قصر و ایوان، مدارس نظام و قنصر یہ کے برج اور کنگرے، حضرت امام اعظم کے مزار پر انوار کا گنبد اور اسی طرح کی صدہا فلک رفعت عمارتیں ہیں۔'' (۳)

بغداد کے مغرب میں شہر کرخ واقع ہے اور اسی شہر کے گرد یہ ناول گھومتا ہے۔ دریائے دجلہ کے کنارے آدھی رات کے وقت دو عورتیں ویرانی کو چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں ان میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت اُم زرغول ہے اور دوسری نوجوان وخوب صورت زبیدہ ہے۔ یہ دونوں عورتیں ایک پرانے کھنڈر قصر سیدوک کی طرف بڑھتی رہتی ہیں۔ اس کھنڈر کے بارے مشہور ہے کہ اس میں بھوت پریت کا بسیرا ہے۔ لیکن عورتوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی مرادیں انہی بھوت پریت سے پوری ہوتی ہیں۔ اسی وجہ

سے زبیدہ اپنے عاشق یوسف جو گردن کی تکلیف میں مبتلا ہے،اس کے لیے دعا مانگنے جاتی ہے۔ یہ کھنڈرایک عجیب وغریب جگہ ہے۔ وہاں پہنچ کر دونوں نے ایک نوحہ پڑھا،نوحہ ختم ہوتے ہی ایک وحشت ناک عورت بت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے جس کو دیکھ کر یہ دونوں بے ہوش ہوجاتی ہیں۔زبیدہ کو جب ہوش آتا ہے تو وہ عورت پھر نمودار ہوتی ہے۔اب زبیدہ سے بڑی محبت سے ملتی ہیاور ہر طرح سے مدد کا وعدہ کرتی ہے۔

ایک رات اُم زرغول، زبیدہ کو پکڑ کر اسی کھنڈر میں لے جاتی ہے۔قصر سیدوک میں پورا ایک گروہ ہے جو بغداد کی معصوم عورتوں کی جہالت سے فائدہ اُٹھاتا ہے اوران کو بے وقوف بناتا ہے۔ان عورتوں کو بُری طرح سے اثر انداز کرنے کے لیے اس کھنڈر میں جناتوں کی ایک خوبصورت دنیا بنائی گئی ہے۔سارے افسران دھاوا بولتے ہیں اور سب کو رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیتے ہیں۔

ناول کی کہانی یہاں پر ختم ہوجاتی ہے مگر شرر آخری باب میں بتاتے ہیں کہ ابن علقمی کے روابط سے ہلاکوخان نے بغداد پر حملہ کر دیا۔ایسا حملہ جو بغداد کی تاریخ میں خون سے لکھا جائے گا۔ ہلاکوخان ایک ایسا ظالم تھا جس کو نہ شیعہ سے دوستی تھی نہ سُنی سے۔اس کی فوج کا مقصد صرف قتل عام کرنا تھا۔اس حوالے سے شرر ناول میں لکھتے ہیں:

> ''شہر کے اندر برابر تلوار چل رہی تھی اور ایسے مظالم ہورہے تھے،جن کو خود شیعہ بھی دیکھ کر کانپ جاتے۔تارتاریوں کا غصہ ہی ایسا تھا۔''(۴)

مجموعی اعتبار سے یہ ناول شرر کے دیگر تاریخی ناولوں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہے۔تاریخی ناول کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ناول کے پلاٹ میں تاریخ کے ساتھ اس دور کی سماجی زندگی ابھرتی ہے۔اس ناول میں مستعصم باللہ کے عہد کی پوری درباری اور عوامی زندگی ابھرتی ہے۔الغرض بغداد کے ایسے عہد کے موضوع کا انتخاب کر کے اور پوری کامیابی کے ساتھ تصویر کشی کر کے یہ ناول تاریخی ناول کے تقاضوں کو بڑی حد تک پورا کرتا ہے۔اگر چہ عام ناول کی طرح اس میں ہیرو اور ہیروین بچ جاتے ہیں۔

''فتح اندلس'' کی ابتدا آرائش سے ہوتی ہے۔شہر ففاسہ کے قریب ایک چھوٹا سا قافلہ گھوڑوں پر سرپٹ بھاگا جارہا ہے۔ان کی رفتار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دستہ سبط پر حملہ کی غرض سے جارہا ہے۔سبط کا حاکم جولین ہے۔جس نے کئی بار مسلمانوں کو شکست دی ہے۔جب اس دستہ کی خبر بادشاہ جولین کو ہوتی ہے اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دستہ کا سردار عیسیٰ ایک بہادر سپہ سالار ہے۔جب سے اس نوجوان نے جولین کی بیٹی فلورنڈا کی خوبصورتی کی شہرت سُنی تب سے بے قرار ہے کس طرح سبطہ پر حملہ کر کے فلورنڈا کو اپنی بیوی بنائے۔

حوالہ جات

۱۔ شرر،عبدالحلیم، دلگداز،لکھنؤ: دلگداز پریس، مئی ۱۹۳۴ء،ص:۹۸۔۹۷

۲۔ شرر،عبدالحلیم،حسن بن صباح،لکھنؤ: صادق پریس، ۱۹۳۱ء،ص:۱۹۔۱۸

۳۔ شرر،عبدالحلیم، زوال بغداد،لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۳۱ء،ص:۳

۴۔ ایضاً،ص:۱۸۱

☆......☆......☆